ڈاکٹر محمد ریاض

میر سیّد علی ہمدانی

آپ کا اصل نام "علی" ہے۔ شاہِ ہمدان، علی ثانی، امیر کبیر اور حواری کشمیر (وادی جموں و کشمیر میں گوناگوں خدمات انجام دینے کی بنا پر) آپ کے معروف القاب ہیں۔ اسلامی ممالک اور خاص کر برِّ عظیم پاکستان و ہند میں سادات (اور کبھی غیر سیّد صوفیہ) کو احتراماً "شاہ"[1] کہتے رہے ہیں، اس لیے حضرت علی ہمدانی، وادی جموں و کشمیر اور دیگر علاقوں میں "شاہ ہمدان" کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ آپ کے والد سید شہاب الدین چونکہ امرائے ہمدان میں سے تھے، اس لیے لوگ آپ کو امیر کبیر (امیر زادہ امیر زادہ کی مانند) کہتے رہے۔ لقب "علی ثانی" بظاہر شیخ ابو سعید حبشی کی ایک روایت سے ماخوذ ہے: علی ہمدانی نے اپنے سالکانہ سفر کے دوران جن ۳۴ مشائخ سے خرقہ حاصل کیا ہے، ان میں شیخ ابو سعید حبشی کا نام بھی ملتا ہے۔ ملاقات کے وقت شیخ نے علی ہمدانی سے "عالمِ واقعہ" میں آنحضرتؐ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے اور زبانِ رسالتمآبؐ سے آپ کا نام اور لقب "علی ثانی" سننے کا ذکر یوں کیا تھا: علی ہمدانی میری اولاد میں سے ہو گا...... ۷۱۴ھ میں ہمدان میں متولد ہو گا ...... اگر علیؓ بن ابی طالب نہ ہوتے، تو وہ مقامِ اول پر ہوتا[2] گویا حضرت علیؓ "علی اول" ہیں اور علی ہمدانی "علی ثانی"۔

حضرت امیر سید علی ہمدانی کے القاب کی مختصر توجیہات نقل ہوتی ہیں۔ شیخ محمد یعقوب صرفی کشمیریؒ (م ۱۰۰۳ھ) البتہ لقب "علی ثانی" کی توجیہہ میں یوں نغمہ سرا ہے:

ہمچو علیؓ، دانشِ ربانیش — زان لقب آمد "علی ثانیش"

---

[1] روحِ اسلام (انگریزی) مؤلفہ سید امیر علی ص ۲۷۲

[2] منقبۃ الجواہر (قلمی) کتب خانہ خانقاہ احمدی تہران ورق ۱۲۔

چوں بہ علیؑ نسبتش آمد تمام / ہم بہ حسب، ہم بہ نسب، ہم بنام

از رہ تعظیم نباشد عجب / گر "علی ثانیش" آمد لقب[1]

حضرت علی ہمدانی، جنھیں اس کے بعد ہم ان کے معروف لقب "شاہ ہمدان" سے یاد کریں گے متفقہ طور پر ۱۲ رجب ۷۱۴ھ/ ۲۲ اکتوبر ۱۳۱۴ء بروز پیر شہر ہمدان میں پیدا ہوئے۔ لفظ "رحمۃ اللہ" (۷۱۴) از روئے ابجد تاریخ ولادت ہے۔ شیخ حیدر بدخشی نے رسالہ منقبۃ الجواہر (مستورات) میں آپ کی شب ولادت کے بارے میں شیخ نظام الدین یحیٰی الغوری خراسانی (م ۷۵۲ھ) کے ایک مکاشفہ و واقعہ، کو بیان کیا ہے: "شیخ نے دیکھا کہ حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے سید شہاب الدین ہمدانیؒ کے گھر کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان بزرگوں کا ارشاد تھا کہ اس تبرک آمیز لباس کے ساتھ وہاں اس خاطر جا رہے ہیں کہ ایک عالی مقام نومولود کو خوش آمدید کہیں۔"

شاہ ہمدان، نجیب الطرفین (ماں باپ) سید تھے۔ "خلاصۃ المناقب"[2] مولانا نور الدین جعفر بدخشی (م ۷۹۷ھ) کی روایت کے بموجب آپ والد کی طرف سے، ۱۴ واسطوں کے ذریعے حضرت علیؓ سے جا ملتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ، سیدہ فاطمہؒ ۱۶ واسطوں سے جناب رسالت مآبؐ سے جا ملتی ہیں۔ آپ کا خاندان معزز و مقتدر رہا ہے۔ سادات حسنی و حسینی اور علوی سلاجقہ کے دور کے اواسط سے امیر تیمور کے برسر اقتدار آنے تک مقتدر اور با اثر رہے ہیں۔ سید شہاب الدین کو "حاکم ہمدان" بتایا جاتا ہے۔ معاصر تواریخ[3] اس کی تائید نہیں کرتیں۔ ہمدان اور سمنان کے با اثر اور زعیم سادات میں ان کا نام نظر نہیں آتا، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی عالی مرتبہ افسر ضرور تھے۔ شاہ ہمدان سمیت سید شہاب الدین کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ آپ علما و دراویش کے قدردان اور اس گروہ کے ساتھ صحبت و مجالست رکھنے والے

---

[1] مثنوی ہدی الاخیار

[2] مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی ورق ۳

[3] جیسے تاریخ اولجائتو از ابوالقاسم کاشانی

تھے یسلطان محمد خدا بندہ اولجا یتو نے ۷۰۵ھ میں شہر سلطانیہ (نواح تبریز) میں ایران و عجم کے چار سو علماو مشائخ کا جو اجتماع منعقد کروایا تھا اس کے محرک و منتظم سید شہاب الدین ہی تھے۔ شاہ ہمدان کے والدین کے حالاتِ زندگی بتفصیل دست یاب نہیں۔ خلاصۃ المناقب کے مطابق شاہ ہمدان اپنے والد کے سرکاری فرائض سے بے التفات رہتے تھے۔ اپنا ورثہ موصوف نے البتہ موقوفات اور رفاہی امور پر صرف کیا ہے۔

تعلیم و تربیت

شاہ ہمدان کی تعلیم و تربیت ان کی والدہ اور رشتے کے ماموں سید علا الدولہ سمنانی (م ۷۳۶ھ) کے زیر اہتمام ہوئی۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور ہمدان کے مدارس میں متداول علوم و فنون پڑھے۔ بارہ برس کے تھے کہ عارف باللہ سید علا الدولہ نے انھیں تزکیۂ نفس اور علوم باطن کے کسب و فعالیت پر لگا دیا۔ آپ عارف سمنانی کے ایک مرید حضرت شیخ علی دوستی سمنانی رحمۃ اللہ (م ۷۴۴ھ) کی خدمت میں آتے اور رفتہ رفتہ "ذکر" کی حلاوت سے بہرہ مند ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ شیخ اخی کے پیر اور سید علا الدولہ کے ایک دوسرے مرید شیخ شرف الدین محمود مزدقانی رازی (م ۷۶۶ھ) کی خدمت میں شرف یاب ہوئے۔ آپ خانقاہ مزدقان اور رباط سمنان میں تربیتِ سلوک حاصل کرتے رہے اور کبھی کبھی ہمدان بھی تشریف لاتے رہے۔ شیخ اخی علی دوستی کی وفات کے بعد شیخ محمود مزدقانی نے آپ کو روحانی سیاحت کی خاطر مامور کیا۔

شاہ ہمدان نے تعلیم و تربیت اور مجاہدات کا دور پورے ذوق و شوق سے گزارا۔ مزدقان میں آپ نے بے حد سخت روحانی اور جسمانی ریاضتیں انجام دیں جن میں عبادات کے علاوہ باغبانی، کاشتکاری، عام خدمت اور سماع شامل ہے۔ شیخ اخی علی دوستی نے ایک مرتبہ انھیں نمد کوب بھی کیا تھا اور اس کی "لذت آمیز اذیت" سے آپ زندگی بھر بہرہ مند رہے [1]

سلسلۂ فقر

شاہ ہمدان کبرویہ سلسلے سے منسلک تھے جو کہ "سہروردیہ" سے خاصا مشابہ ہے۔ کبرویہ سلسلے کے

---

[1] خلاصۃ المناقب۔ منقبۃ الجواہر۔

بانی شیخ ابو الجناب نجم الدین کبریٰ خیوقی خوارزمی (م ۶۱۸ھ) تک آپ کا سلسلۂ فقر یوں ہے: شیخ علی دوستی سمنانی، شیخ محمود مزدقانی، شیخ سید علاء الدولہ سمنانی، شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائینی کسرقی (م ۶۹۵ھ) شیخ جمال الدین احمد جورجانی (م ۶۷۹ھ) اور شیخ رضی الدین علی غزنوی (م ۶۴۲ھ)۔ شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر سہروردی (م ۵۶۳ھ، جو سہروردیہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی م ۶۳۲ھ کے ماموں تھے) کے مرید تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ شاہ ہمدان "سلسلۂ فتوت" میں سید علاء الدولہ کے ایک تربیت یافتہ شیخ محمد بن اذکانی اسفرائنی (م ۷۷۹ھ) کے مرید تھے۔

دورِ شباب کی طویل سیاحت

شیخ محمود مزدقانی نے ۷۳۴ھ میں شاہ ہمدان کو سیاحت پر مامور کیا تھا۔ آپ نے کوئی بیس برس ۷۵۳ھ تک سیاحت فرمائی۔ اس روحانی اور تبلیغی سیاحت کے بارے میں خلاصۃ المناقب اور منقبۃ الجواہر میں تفصیلی اشارات موجود ہیں، مگر سنین ندارد۔ اتنا معلوم ہے کہ شاہ ہمدان نے تقریباً سارے عالم اسلام اور بعض دیگر ممالک مثلاً چین اور مسیحیانِ روم کے علاقے میں بھی گزر فرمایا اور بعض مقامات پر تبلیغی ضروریات کی خاطر مختصر سا قیام کیا تھا۔ صاحب خلاصۃ المناقب شاہ ہمدان کو "اخیار" اولیاء اللہ میں شمار کرتا ہے۔ "اخیار" ایک وقت دنیا میں سات ہوتے ہیں اور ان کا ہدف تبلیغ و ارشاد ہوتا ہے۔ آپ کے ان اسفار میں روم مسیحی، برعظیم پاکستان و ہند، ممالکِ عرب، ایران اور نواحی ممالک کے کئی بلاد کا ذکر ملتا ہے مثلاً:

بلخ، بخارا، بدخشاں، ختا (شمالی چین میں)، یزد، ختلان (کولاب)، بغداد، ماوراء النہر، شیراز، اردبیل، مشہد، شام، سراندیپ (سیلون)، ترکستان، لداخ، تبت، بلتستان اور وادی جموں و کشمیر۔

مذکورہ علاقوں میں سے آپ نے بڑی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کی تبلیغات کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے، مگر آپ نے پرواہ نہ کی۔ آپ کی کرامات دیکھ کر کئی افراد تائب اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس دوران میں آپ نے حج بھی کیے۔ برعظیم میں آپ تشریف لائے تو حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (م ۸۰۸ھ) بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہاں آپ نے حضرت شیخ احمد یحییٰ منیری (م ۷۸۲ھ) سے

ملاقات کی اور خرقۂ تبرک حاصل کیا۔ وادی جموں وکشمیر میں آپ نے ۷۴۵ھ میں گزر فرمایا اور کفر و اسلام کی جو جنگ وہاں برپا تھی اسے مشاہدہ فرمایا اور یہاں اصلاحِ احوال کی ضرورت کا احساس لے کر لوٹے۔ تقریباً ۴۰ سال کی عمر میں آپ حضرت شیخ محمد بن محمد اذکانی کی ہدایت کے مطابق وطن واپس آئے۔ (۷۵۳ھ) اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے آئندہ بیس سال اہلِ وطن کی اصلاح وتہذیب میں گزرے ہیں[1]

ہمدان اور ختلان میں قیام

شاہ ہمدان ۷۷۳ھ میں ختلان (موجودہ نام کولاب، روسی تاجیکستان) میں نظر آتے ہیں۔ اس سے قبل آپ ہمدان اور ایران کے دوسرے علاقوں میں تبلیغ و ارشاد فرماتے رہے۔ ہمدان میں آپ کا تبلیغی مرکز 'جامع ہمدان' اور عبادات و ریاضات کا مامن 'گنبد علویان' تھا۔ مؤخرالذکر مقام آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ ہیں[2]

شاہ ہمدان نے اپنے مولد میں تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا تھا۔ اپنے سفر کے دوران جن علاقوں میں آپ کو تبلیغی ضرورت کا احساس ہوتا، وہاں آپ اپنے تربیت یافتہ افراد بھیجتے تھے۔ میر حسن سمنانی اور میر سید تاج الدین سمنانی آپ کے عمزاد، نیز چند دیگر افراد شاہ ہمدان کے توسط سے وادی جموں وکشمیر بھیجے گئے تھے۔ یہ حضرات تبلیغ و ارشاد فرمانے کے علاوہ، شاہ ہمدان کو یہاں کے حالات سے باخبر رکھے ہوتے تھے۔

ختلان میں شاہ ہمدان نے کیوں نقل مکانی فرمائی؟ اس بارے میں ہمارے مآخذ سے اشارات مستنبط ہوتے ہیں۔ دعوتِ حق اور ارشاد صدق کے دوران میں آپ کو خطہ ختلان میں مخلص احباب و مرید مل گئے۔ اخی علی طوطی علی شاہ ختلانی اور امیر زادہ اسحٰق ختلانی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ ختلانیوں کی خواہش کے مطابق آپ وہیں منتقل ہو گئے۔ ایک گاؤں خرید کر وقف فی سبیل اللہ کر دیا۔ اسی گاؤں میں آپ نے مسجد اور خانقاہ بنائی اور ایک کتب خانہ بھی قائم فرمایا تھا۔

---

[1] دیکھیے سہ ماہی بصائر کراچی، جنوری، اپریل ۱۹۶۹ء میں میرا مقالہ

[2] دیکھیے ماہنامہ آموزش و پرورش شمارہ ۲ سال ۴۰ ۱۳۰۸ ش ص مقالہ گنبد علویان

ختلان کے قیام کے دوران آپ کا شہرہ دُور دُور کے شہروں تک پہنچ چکا تھا[1] ماوراء النہر، بلخ، بخارا بدخشاں اور خراسان کے کئی مقامات میں آپ کی مؤثر تبلیغ نے لوگوں کے اخلاق و کردار کو سنوار دیا تھا۔ صاحب خلاصۃ المناقب جس نے ۷۷۳ھ میں پہلی بار شاہ ہمدانؒ کی زیارت کی اور کچھ عرصہ بعد آپ کا مرید ہوا، موصوف کی تبلیغی خدمات و اثرات کے بارے میں بلیغ اشارے کرتا ہے۔ آپ کی شخصیت کا یہی غلغلہ اور طنطنہ امیر تیمور اور اس کے امرا کی تشویش کا موجب بنا تھا۔

امیر تیمور کو شاہ ہمدان کے مقتدر مریدوں ۔۔ سادات وغیر سادات سے خطرہ تھا۔ یہ جاسوسوں اور تخریب کاروں کی ریشہ دوانیاں تھیں، ورنہ شاہ ہمدان اور ان کے خدا پرست مریدوں کو حکومت و سلطنت پر قابض ہونے سے کیا سروکار تھا؟ پھر جب امیر تیمور اور شاہ ہمدان کی ملاقات ہوئی تو سید حقانی نے امیر تیمور کو کھری کھری سنائیں اور اسے ظلم سے باز رہنے کی تلقین کی[2] تیمور نے شاہ ہمدان اور ان کے ارادت مند وہم قبیلہ سادات کو قلمرو تیموری چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ اس کے مطابق اور مصالح دینی کے تحت، شاہ ہمدان ۷۷۴ھ میں سات سو سادات کے ساتھ وادی جموں و کشمیر میں وارد ہوئے۔

وادیِ جموں و کشمیر میں ورود اور خدمات

شاہ ہمدان ۷۴۰ھ میں اپنی طویل سیاحت کے دوران وادی کشمیر میں گزرے تھے جبکہ شاہ میر سواتی اور بدھ مت کے پیروؤں کے درمیان کشمکش برپا تھی۔ آخر ۷۴۳ھ میں شاہ میر غالب ہوا اور اُس نے "سلطان شمس الدین" کے لقب سے "شاہ میری" خاندان کی بنیاد ڈالی جو کوئی اڑھائی سو سال تک قائم رہی۔ شمس الدین (۷۴۳ - ۷۴۷ھ) کے بیٹے جمشید (۷۴۷ - ۷۴۸) اور علاءالدین (۷۴۸ - ۷۵۵ھ) نیز علاءالدین کے دو نامور فرزند سلطان شہاب الدین (۷۵۵ - ۷۷۵ھ) اور سلطان قطب الدین (۷۷۵ - ۷۹۶ھ) شاہ ہمدان کے معاصر تھے۔

وادی میں یوں تو اکا دکا مسلمان پہلی صدی ہجری میں بھی نظر آنے لگے تھے اور پانچویں صدی ہجری

---

[1] ڈاکٹر صوفی مرحوم: کشمیر (ج ۱) انگریزی ص: ۹۰

[2] ابن الکربلائی تبریزی: روضات الجنان وجنات الجنان ۔ ج ۲، روضہ ہشتم (مطبوعہ تہران)

کے اوائل میں سلطان محمود غزنوی کے حملوں نے وہاں متعدد نفوس کو آباد کر دیا تھا، مگر آٹھویں صدی ہجری میں ہی اسلام ہمہ گیر طور پر وادی میں جاگزین ہوا - یہ جاگزینی اس حد تک ہے کہ بقول اقبالؒ، شمال مغربی سرحدی صوبے کے ماسوا، برصغیر کا کوئی حصہ اسلام کے نقوشِ مرتسم کے اعتبار سے کشمیر کا ہم پلہ نہیں ہے[۱]۔ شاہ ہمدان اور ان کے با اثر مریدوں کے ورود سے قبل وادی میں تبلیغِ اسلام کا سہرا حضرت سید شرف الدین بلبل شاہ حنفی ترکستانی (م ۲۷، ھ) کے سر ہے جنھوں نے بیس ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کرنے کے علاوہ بدھ مت کے پیرو راجہ رنچن کو " سلطان صدر الدین " کے نام سے ملقب اور داخلِ اسلام کیا - سلطان کی وفات (۲۸، ھ) کے بعد بدھ مت کے پیرو اراکین دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کے لیے کوشاں تھے کہ اتنے میں سلطان شمس الدین شاہمیری برسرِ اقتدار آیا۔ شاہ ہمدان کے ورود سے قبل حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہانگشت (م ۸۷،ھ) نے بھی ۴۸، ھ میں ۴ ہفتے کے مختصر عرصے کے لیے وادی میں قیام فرمایا تھا۔

شاہ ہمدان پورے اہتمام و پروگرام کے ساتھ وادی جموں و کشمیر میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ میر سید حسین سمنانی، میر سید تاج الدین سمنانی اور آپ کے دیگر مریدوں نے موصوف کی شخصیت اور خدمات کو خاصہ متعارف کر رکھا تھا اور ان حالات میں سلطان شہاب الدین نے آپ کو اور دیگر سادات کو وادی میں ورود فرمانے کی اجازت بلکہ دعوت دی - آپ سری نگر کے قریب محلہ علاء الدین پورہ میں فروکش ہوئے - دریائے بہت (موجودہ جہلم) کے کنارے اسی مقام پر آپ وعظ فرماتے رہے اور یہیں آپ کے فرزند میر سید محمد ہمدانیؒ (م ۸۵۴ ھ) نے سلطان اسکندر بت شکن (۷۹۶ - ۸۲۰ھ) کے عہد میں ۷۹۹ ھ خانقاہِ معلّٰی کی تعمیر کروائی، جسے مسجد شاہ ہمدان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان شہاب الدین شاہمیری بہت بڑا فاتح تھا۔ اس نے تبت، لداخ، کابل، نیز پنجاب اور سندھ کا معتد بہ حصہ اپنی سلطنت میں شامل کر رکھا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق (۵۲/۷۹۰ھ) اور شہاب الدین کے درمیان طویل مخاصمت برپا رہی - شاہ ہمدان کے ورودِ وادی کے موقع پر بھی

---

[۱] محمد رفیق افضل : گفتارِ اقبال، لاہور، ص ۱۷۵

ان کے درمیان جنگ برپا تھی۔ شاہ ہمدان نے محاذِ جنگ پر جا کر ان دونوں کے درمیان صلح کرائی اور ان کی قلمروؤں کی حدود متعین فرمائیں، بلکہ مخاصمہ کو رشتہ داری میں تبدیل کر دیا۔ پیر غلام حسن کوہیانی نے تصریح کی ہے[1] کہ شاہ ہمدان کی کوشش سے سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنی تین بیٹیاں سلطان شہاب الدین کے مندرجہ ذیل وابستگان سے بیاہی تھیں۔ ولی عہد قطب الدین (برادر) حسن خان (فرزند) اور میر سید حسن بہادر سمنانی (سپہ سالار)

شاہ ہمدان وادی جموں و کشمیر میں کوئی ۵ برس رہے۔ ۷۷۴ھ میں، ۷۸۱ھ تا ۷۸۳ھ اور ۷۸۵ تا اخیر ۷۸۶ھ میں۔ باقی وقت آپ نے نواحی علاقوں میں تبلیغ و استصلاح میں گزارا۔ آپ حج بیت اللہ کے لئے گئے تھے اور موجودہ روس اور چین کے کئی علاقوں میں بھی تبلیغ فرمائی تھی۔ لداخ، تبت، بلتستان اور نگر کے علاقوں کے آپ اولین مبلغ مانے جاتے ہیں۔ موخر الذکر دو علاقوں میں آپ کی بنا فرمودہ مساجد "مساجد حضرت امیرؒ" کے نام سے اب بھی باقی ہیں۔ نگر کی ایک مسجد کے اندرونی حصے میں سورہ مزمل حضرت شاہ ہمدان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہے[2]۔ کشمیر میں ۷ ہزار کفار آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ دیگر علاقوں میں اسلام لانے والوں کی تعداد نامعلوم ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ یہ بہت کافی ہوگی۔ بہت سے برہمن، بدھ مت کے اوتار اور ہندو جوگی آپ کے ساتھ مناظرے کر کے اور کرامات دیکھ کر تائب ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

شاہ ہمدان کئی حکام اور سلاطین کے پیر و مرشد اور فی سبیل اللہ مشیر و مستشار رہے تھے اور آپ نے کئی مکتوبات، رسائل اور کتب ان با اقتدار مریدوں کے لئے لکھی تھیں۔ وادی جموں و کشمیر کی صوری و معنوی کایا پلٹنے میں شاہ ہمدان کی مساعی اور مشورے بے حد کارگر رہے ہیں۔ آپ نے مدرسے، خانقاہیں، سرائیں، رباط، باغات اور راستے بنوانے اور دیگر رفاہی تعمیرات کے لئے سلاطین کو آمادہ کیا۔ آپ کلاہ دوزی سے کسبِ معاش کرتے اور جملہ مریدوں کو نذر و نیاز قبول کرنے سے باز رکھتے تھے۔ سات سو ساداتِ ایرانی جو شاہ ہمدان کے ساتھ آئے، وہ مختلف امور و فنون میں

---

[1] تاریخ حسن ج ۲ (مطبوعہ سرینگر ۱۹۵۴ء) ص ۱۷۷

[2] تفصیل — کشمیر، ادب و ثقافت اور اشاعت اسلام کشمیر میں، مؤلفہ سلیم خان گمی، میں دیکھئے۔

مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شاہ ہمدان نے انھیں پوری وادی میں پھیلا دیا۔ اور ان سے صنعت وحرفت کے قیام وترقی کے لیے کام لیا۔ علامہ اقبال، شاہ ہمدان کی ان خدمات کو بزبانِ شعر یوں بیان فرماتے ہیں:

سید السادات، سالارِ عجم — دستِ او معمارِ تقدیرِ امم
خطہ را آن شاہ دریا آستین — داد علم وصنعت وتہذیب ودین
مرشدِ آن کشورِ مینو نظیر — میر ودرویش وسلاطین را مشیر
آفرید آن مرد، ایرانِ صغیر — با ہنر ہائے غریب ودلپذیر [۱]

کشمیری کہیں بھی ہوں، شاہِ ہمدان کا احترام کرتے اور نہ صرف ان کا عرس مناتے ہیں بلکہ ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاہِ ہمدان کشمیر سے ختلان جاتے ہوئے ۶؍ ذی الحجہ ۷۸۶ھ بروز بدھ پکھلی کے مقام پر کنڑ کے نزدیک، (پاک افغان سرحد کی قریبی جگہ) فوت ہوئے اور وصیت کے مطابق مریدوں نے نعش مبارک کو "ختلان" میں دفن کیا۔ آپ کا مزار اقدس جس میں آپ کے خاندان کے دس دیگر افراد مدفون ہیں، اب بھی اچھی حالت میں باقی ہے۔

فقہی مذہب

شاہِ ہمدان کو تشیع اور تسنن (وہ بھی تین فقہی گروہوں — حنبلیت، حنفیت اور شافعیت) سے منسوب کرتے رہے ہیں[۲]۔ ان کی کتب درسائل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہِ ہمدان کو مسلکِ تشیع سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اکثر صوفیہ کی طرح وہ بھی اپنے جد امجد حضرت علیؓ سے خاص انس رکھتے ہیں مگر یہ امر تشیع کی دلیل نہیں بن سکتا جب کہ آپ نے جملہ صحابہ کرامؓ سے اپنی ارادت کا اظہار فرمایا ہے۔ حنبلیت اور حنفیت سے آپ کا انتساب بھی یوں ہی بتایا جاتا رہا ہے۔ آپ امام شافعیؒ کے فقہی مذہب کے پیرو تھے مگر حنفی مسلک سے تمائل اور ہمدردی رکھتے تھے۔ اپنی کتاب "ذخیرۃ الملوک" میں شاہِ ہمدان فرماتے ہیں کہ مسلکِ شافعی وحنفی اتنے قریب ومماثل ہیں کہ ایک کے پیرو کو دوسرے پر تنقید کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ کشمیر میں آپ کی تشریف فرمائی کے

---

[۱] جاوید نامہ ص ۱۸۵

[۲] مجالس المومنین شوشتری ج ۲، ریاض العارفین، روضات الجنان — کشمیر ج ۲ ص ۵۸۳

وقت حنبلی مذہب رائج تھا۔ آپ نے اس میں کوئی مداخلت نہ کی، بلکہ سادات و غیر سادات کے درمیان رشتہ داریاں قائم کرکے اپنی وسعت نظری کا ثبوت دیا۔ بہر طور شاہِ ہمدان کے فقہی مذہب کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ ہماری تحقیق انھیں شافعی مذہب پر عامل ثابت کرتی ہے۔ البتہ ایسے بزرگوں کو فقہ کی تنگ نائے کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ بقول رومیؒ:

سرِ حق گو کہ گردی منجلی — ای گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ

اولاد اور مرید

شاہِ ہمدان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹی ان کے عزیز مرید اور خلیفہ خواجہ اسحٰق علی شاہی ختلانی (م ۸۲۶ھ) کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ بیٹے میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴-۸۵۴ھ) تھے جو ۷۹۶ھ میں ۳۰۰ سادات کے قافلے کے ساتھ کشمیر آئے اور اپنے والد بزرگوار کے کاموں کو آگے بڑھایا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ نے اپنی خدمات کی جولانگاہ ان علاقوں کو بھی بنایا جو آج آزاد جموں و کشمیر کی حکومت کا جزو ہیں۔ آپ صاحب قلم بھی تھے: شرح شمسیہ، در منطق اور رسالہ تصوف[1] ان کی تصانیف ہیں۔ شاہِ ہمدان نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سرکاری انتظامات (احتساب) عمل پذیر کروائے تھے۔ آپ کے فرزند نے اسے مزید مؤثر بنوایا۔ میر سید محمد ہمدانیؒ نے شراب، قمار بازی، رقص ہوس پرور، سماع بالمزامیر اور رسم ستی کو قانوناً منع کروا دیا تھا۔ جو موقوفات آپ نے متعین کروائے، ان کے نقوش پٹن، بن اور دنتی پور میں اب بھی موجود بتائے جاتے ہیں۔

شاہِ ہمدان کے بیسیوں نامور مریدوں کی کیفیت خزینۃ الاصفیاء اور منقبۃ الجواہر میں مندرج ہے اور ان کے اسماکو نقل کرنا خاصہ طویل کام ہے۔ ان کے اعقاب و احفاد آج تک بلخاب نزد بلخ، ختلان (کولاب) ہمدان، کشمیر اور برعظیم پاک و ہند کے دیگر علاقوں مثلاً پشاور، لاہور، کیمبلپور، بہاول پور، علی گڑھ اور کانپور وغیرہ میں ہیں۔ ڈاکٹر علی اصغر حکمت[2] اور

---

[1] قلمی: فرہنگستان تاشقند

[2] ماہنامہ یغمی شمارہ ۶ سال ۳-۱۳۳۳ھ تہران

ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہمدانی[1] نے اس ضمن میں اپنی کاوشیں پیش کی ہیں۔ دیگر حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل افراد آپ کی اولاد میں سے تھے۔

سید حسن پشاوری[2] (م ۱۱۱۵ھ) کی زوجہ محترمہ، معروف شاعر سید میرزا جان رسا ہمدانی (م ۱۱۷۴ھ) اور سید یعقوب اتالیق غازی (تیرہویں صدی ہجری) حاکم یارقند۔ علیٰ برعظیم پاک و ہند میں کتنے ہی اکابران سادات کی اولاد ہیں جو شاہِ ہمدان کی معیت میں یہاں وارد ہوئے تھے۔ حاج محمد کشمیری (م ۱۰۰۶ھ)، ملا محمد طاہر غنی کشمیری (م ۱۰۷۷ھ)، خواجہ عزیز الدین عزیز کشمیری ثم لکھنوی (م ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) اور اردو و فارسی کے معاصر شاعر، سید رضا حسین ہمدانی امید الکش ۱۹۱۴ یا ۱۹۱۵ء) ان میں سے ہیں۔ بہرحال، شاہِ ہمدان ایک عہد ساز شخصیت اور ایک بڑے مذہبی راہنما تھے۔ اور برعظیم پاکستان و ہند کے صوفیائے کبار کا ذکر کرتے ہوئے ذہن کا ان کی طرف منتقل ہونا ناگزیر ہے۔

تصانیف

شاہِ ہمدان ایک مصنّف اور شاعر بھی تھے۔ ان کے متعدد فارسی اشعار ان کی نثری کتابوں میں موجود ہیں۔ ۱۳ غزلیں اور ۹ رباعیات جداگانہ بھی دستیاب ہیں۔ آپ کی تصانیف کا موضوع تصوف، اخلاق، تعلیم و تربیت، الٰہیات، علم کلام اور سیاسیات عملی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے فارسی اور عربی کتب و رسائل کے نام لکھ رہے ہیں۔ مطبوعہ کتب پاکستان، ہندوستان، ایران اور ترکیہ میں چھپی ہیں جب کہ مخطوطات مشرق و مغرب کے معروف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

فارسی

ذخیرۃ الملوک (مطبوعہ امرتسر)، مرآۃ التائبین (قلمی کتب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران)، مشارب الاذواق (قلمی دانش گاہ تہران)، اورادِ فتحیہ (مطبوعہ کانپور)، سیر الطالبین (قلمی دانشگاہ تہران)، ذکریہ (مطبوعہ تہران)، مکتوبات (۲۳ خطوط: قلمی مختلف کتب خانوں میں)، عقلیہ (قلمی برٹش

---

[1] ہم اور ہمارے اسلاف، لاہور ۱۹۶۹ء

[2] تذکرہ صوفیۂ سرحد قدوسی، تاریخ ۲۵۰۔

میوزیم)، داؤدیہ (قلمی ایضاً)، بہرام شاہیہ (قلمی، کتب خانہ ملی ملک تہران)، سواد اللیل... (قلمی: تاشقند)، موچلکہ (قلمی: ملی ملک)، واردات امیریہ (قلمی، ملی ملک)، دہ قاعدہ (مطبوعہ لاہور)، چہل مقام صوفیہ (مطبوعہ تہران)، منامیہ (قلمی ملی ملک)، ہمدانیہ (قلمی دانش گاہ تہران) اعتقادیہ (قلمی، برٹش میوزیم)، اصطلاحات الصوفیہ (قلمی ملی ملک)، عقبات (مطبوعہ تہران) مشیّتہ (قلمی ملی ملک)، حقیقت ایمان (قلمی ایضاً)، مشکل حل (قلمی ایضاً)، حق الیقین (ملی ملک) حل الفصوص یعنی تلخیص مطالب فصوص الحکم ابن عربیؒ (قلمی برٹش میوزیم)، فقریہ (قلمی کتب خانہ مجلس تہران)، درویشیہ (مطبوعہ تہران)، آدابِ مریدین (مطبوعہ تہران)، انسان نامہ (قلمی دانش گاہ تہران)، نوریہ (قلمی ملی ملک)، وجودیہ (قلمی ایضاً)، تلقینیہ (قلمی ایضاً)، اسناد اورادِ فتحیہ (قلمی برٹش میوزیم)، مناجات نامہ (قلمی ایضاً)، آداب سفرہ (مطبوعہ تہران)، طالقانیہ (قلمی برٹش میوزیم)، حقیقتِ نور و تفاصیل انوار (قلمی دانش گاہ تہران)، اختیارات منطق الطیر یا ہفت وادی (قلمی دانش گاہ تہران)، اسناد حلیۂ رسولؐ (قلمی: برٹش میوزیم لندن)، اقرب الطریق (قلمی فرہنگستانِ تاشقند)، فتوتیہ یا کتاب الفتوۃ (مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)، معاش السالکین (قلمی برٹش میوزیم)، منہاج العارفین (مطبوعہ ضمیمہ ذخیرۃ الملوک مذکور) رسالہ ای در طب، سوالاتِ کلامی اور ترجمہ مرادات حافظ (قلمی تاشقند، برٹش میوزیم)

عربی

شرح اسماء الحسنیٰ (قلمی کتب خانہ مجلس شورائے ملی تہران)، اسرار النقط (مطبوعہ تہران)، المودۃ فی القربیٰ (قلمی: کتب خانہ دانش گاہ تہران)، روضۃ الفردوس (قلمی برٹش میوزیم)، منازل السالکین (قلمی: ایضاً)، فی علماء الدین (قلمی: ملی ملک تہران)، رسالۃ الاوراد (قلمی کتب خانہ ملی پیرس)، فضل الفقر (قلمی: فرہنگستانِ تاشقند)، صفۃ الفقراء (قلمی ایضاً)، ذکریۃ الصغیر (قلمی ایضاً)، انسان الکامل (قلمی کتب خانہ لیڈن)، طالقانیہ (قلمی دانش گاہ تہران)، المناسخ والمنسوخ فی القرآن المجید (قلمی ایضاً)، تفسیر حروف المعجم (قلمی: کتب خانہ مجلس تہران) فی خواص اہل الباطن (قلمی: برٹش میوزیم)، رسالۃ التوبۃ (قلمی ایضاً)، اربعین الامیریہ (قلمی نمبر ۱۷۶۱ تاجیکستان)، اربعین فی فضائل امیر المومنین علیؓ (قلمی: کتب خانہ مجلس

تہران))، خطبۃ الامیریہ (قلمی برٹش میوزیم) اور خواطریہ (قلمی: برٹش میوزیم لندن)۔ چھ رسالے۔ اسرار وحی، انوار، سلسلہ نامہ، کشف الحقائق، سبعین فی فضائل اور مکارم اخلاق غلطی سے شاہ ہمدان سے منسوب کیے جاتے رہے ہیں۔ مذکورہ بالا ۶۷ رسائل کے علاوہ ۴۴ دیگر رسائل مختلف کتب خانوں کی فہرستوں میں مندرج نظر آتے ہیں مگر فی الحال ہمیں ان کی کیفیت کا علم نہیں ہے۔

ارمغانِ حالی

(از پروفیسر حمید احمد خان)

یہ کتاب شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی کی تمام نظم و نثر کے انتخاب اور اس انتخاب کی برمحل تشریح و توضیح پر مشتمل ہے۔ مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی یہ مجموعہ مولانا حالی کی اس عظیم الشان فکری و تخیلی کاوش کا آئینہ ہے جس کی بنیاد پر مولانا نے نصف صدی سے کچھ زیادہ مدت تک تعمیرِ قوم کی کوششیں جاری رکھیں۔

حالی کے مشہور و معروف تنقیدی و سوانحی کام کے نمونوں کے علاوہ متفرق موضوعات پر مولانا کے جواہراتِ انشا مناسب تلاش و تفحص سے حصۂ نثر میں چن دیے گئے ہیں۔ چنانچہ مولانا کے دینی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی مضامین کے بہترین حاصل اقتباسات شاملِ کتاب ہیں۔ حالی کے ذہنی ارتقا کو واضح کرنے کے لیے منتخباتِ نثر کے تمہیدی اشارات میں ہر ایک اقتباس کے سالِ تصنیف کی صراحت کر دی گئی ہے۔

کتاب کے آغاز میں ایک مفصل اور پُر از معلومات مقدمہ ہے جو متن کے تمہیدی اشارات اور تشریحی حواشی سے الگ اپنی خاص معنویت رکھتا ہے۔ اخباری کاغذ۔ قیمت: ۵۰/۷ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور